جماعت اسلامی ہند کیا چاہتی ہے؟

ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی

حرفِ آغاز

جماعت اسلامی ہند کیا چاہتی ہے؟ ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی کی کوئی مستقل کتاب یا مبسوط مقالہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک تقریر ہے، جو انہوں نے جماعت اسلامی ہند کی طرف سے منعقد ہونے والے ایک بہت بڑے جلسۂ عام میں فرمائی تھی۔ اس جلسے میں مسلم بھی تھے اور غیر مسلم بھی۔ اس میں انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ جماعت اسلامی ہند کے پیغام کو پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح جماعت اسلامی ایک اصولی جماعت ہے، اُسی طرح اس کا پیغام بھی اصولی ہے۔ اس کے مخاطب کسی ایک قوم یا طبقے کے لوگ نہیں، بلکہ تمام ابنائے آدم ہیں۔

جماعت اسلامی تمام انسانوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ اللہ ہی ان کا خالق اور رب ہے، اس نے انسانوں کی آسانی اور سہولت کے لیے ہر طرح کے وسائل فراہم کیے ہیں اور سوچنے اور غور کرنے کے لیے عقل وتمیز عطا فرمائی ہے تا کہ انسان حیوانوں سے مختلف اور باشعور زندگی گزار سکے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی کی تقریروں اور مقالات پر مشتمل مرکزی مکتبہ اسلامی

پبلشرز سے اب تک دس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ الحمدللہ سب کو قبولِ عام حاصل ہوا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی قبولِ عام حاصل کرے گی اور جماعتِ اسلامی ہند اور اس کے نصب العین کے تعارف میں اس سے کافی حد تک مدد حاصل کی جا سکے گی۔

ناشر

جماعت اسلامی ہند کیا چاہتی ہے؟

تحریک اسلامی کا پیغام ایک اصولی پیغام ہے اس کے مخاطب ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگ ہیں اس کا پیغام ہے:

> اپنے خالق اور پروردگار کو اس طرح پہچانو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ وہ تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اس نے تمہاری زندگی کے لیے ہر طرح کی سہولتیں اور وسائل فراہم کیے ہیں اور تم کو عقل وتمیز عطا فرمائی ہے۔ تا کہ تم اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکو۔ اس نے تم کو اختیار اور ارادے کی آزادی عطا کی ہے اور قوت فیصلہ بخشی ہے۔ تا کہ تم دوسرے حیوانوں کے برخلاف باشعور زندگی گزار سکو۔

ساری دنیا کے خالق و مالک نے اپنے اختیارات تقسیم نہیں کیے ہیں کہ اس کی حکومت چلانے کے لیے بہت سے ماتحت آفیسر درکار ہوں۔ کوئی زندگی دینے والا اور کوئی موت کا دیوتا، کسی کو دولت کا افسر بنایا گیا ہو اور کسی کو روزی روٹی کا ذمّے دار ٹھہرایا گیا ہو، کسی کو پانی برسانے کا اختیار دیا گیا ہو اور کسی کو دھوپ نکالنے کی ذمّے داری دی گئی ہو ساری نعمتیں اور وسائل اسی نے فراہم کیے ہیں۔ وہی ان کو دے بھی سکتا ہے اور چھین بھی سکتا ہے وہ انسان کی تمام آرزوئیں پوری بھی کرسکتا ہے اور ان پر روک بھی لگا سکتا ہے۔ اس کائنات میں کسی دوسرے کو ایسی قوت حاصل نہیں ہے۔ اس نے یہ دنیا صرف پیدا نہیں کی ہے بلکہ

پیدا کرنے کے بعد وہ اس کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے۔ اسی کے حکم سے ہوائیں بھی چلتی ہیں اور پانی بھی برستا ہے۔ پھول کھلتے ہیں اور کھیتیاں لہلہاتی ہیں۔ اسی کی نگرانی میں فطرت کے قوانین بہار بھی لاتے ہیں اور خزاں بھی۔ اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ سب کی سنے اور سب کی خبر گیری کرے۔ زمین کے اوپر اور سمندر کی گہرائیوں میں چھوٹے بڑے ہر جاندار کی ضروریات وہی مہیّا کرتا ہے اور ان کی خبر بھی رکھتا ہے۔

اس مالک اور پالنہار کی نعمتیں سب کے لیے عام ہیں۔ ان سے ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چاہے وہ اپنے مالک کو پہچانتا ہو یا اس سے بے خبر ہو۔ اس کی نعمتیں تو اس کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان بھی فرق نہیں کرتیں۔ کالے اور گورے، عالم اور جاہل، ہر ایک کو یہ نعمتیں یکساں سیراب کرتی ہیں۔ ماں کی گود سے لے کر زندگی کی آخری منزل تک، اس نے ہر ہر قدم پر اپنے فضل وکرم کے خزانے کھول دیے ہیں۔ جس سے ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب فیض حاصل کرتے ہیں۔

اس کے یہ احسانات سب پر ہیں اور ہم سب اس کے احسان مند ہیں۔ اس احسان مندی کا تقاضا ہے کہ اس کا شکر بجالایا جائے، اس کے سامنے سجدہ ریز ہوا جائے، اس کا حکم مانا جائے اور اس سے آرزوئیں اور تمنائیں وابستہ کی جائیں۔ اس لیے کہ اس کی کائنات میں اس کے سوا نہ کسی کے پاس دینے کے لیے کچھ ہے اور نہ کسی میں چھین لینے کی قوت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بہترین نعمت یہ ہے کہ اس نے ہر قوم اور ہر زمانے میں یہ بتانے کا اہتمام کیا ہے کہ اس کی احسان شناسی کا طریقہ کیا ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کے آداب کیا ہیں؟ اس نے ہر زمانے میں اپنے رسول اور پیغمبرؑ بھیجے تاکہ وہ انسانوں کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے پالنہار کا شکر کیسے ادا کریں۔ اس کی حمد کس طرح کی جائے۔ اور اس کو کیا پسند ہے یا کیا ناپسند۔ لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں نے اس رہ نمائی کو یا تو بھلا دیا یا اس پر اپنی خواہشوں اور ذاتی وگروہی مفادات کے غلاف ڈال دیے۔ اس لیے کہ ہر زمانے میں ایسے نفس پرستوں کا وجود پایا جاتا رہا ہے، جنہوں نے اپنی اغراض کو آگے رکھا اور مالک کی رہ نمائی کو اس کے تابع کر دیا۔ لہٰذا ایک رب کی بجائے

متعدد ارباب بنالیے گئے اور ان کے درمیان قادر مطلق کے اختیارات تقسیم کردیے گئے۔فرشتوں، جنوں اور انسانوں سے مرادیں مانگی جانے لگیں اور ان کے سامنے سجدہ کیا جانے لگا۔ مالک کائنات کے دربار میں پہنچنے کے لیے ان کی قدم بوسی ضروری قرار دی گئی۔ کتنے ہی ایسے پروہت، پجاری، پیر ومُرشد، پوپ اور بشپ ہو گئے، جنھوں نے رسم رواج کو خدا کی رہ نمائی کی جگہ دے دی۔پھر ان خدائی کارندوں کا حکم چلنے لگا اور ان گمراہیوں میں خدا کی رہ نمائی گم ہوگئی۔سنتوں، مہاپرشوں، صوفیوں، جوگیوں کی فکر اور ان کی وضع کردہ دینداری کی چمک دمک نے انسانوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیا۔بھولے بھالے اور سادہ لوح انسان بہک گئے۔ مالک کائنات کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تعلیمات پر خرافات کے پردے ڈالے گئے۔کسی نے خدا کے تین حصّے کردیے اور کسی نے اس کو ہزاروں خانوں میں تقسیم کردیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ سادہ لوح انسان اس من گھڑت مذہب کی بھول بھلیوں میں گم ہوکر رہ گیا یا اس کے گورکھ دھندوں سے پریشان ہوکر ''مذہب'' ہی سے دامن جھاڑ کر الگ ہوگیا۔

اسلام اسی ابدی رہ نمائی کا نام ہے، جو گمراہیوں کی دھند میں سے روز روشن کی طرح واضح ہوا ہے۔اس نے پچھلی ہدایتوں کی تائید کی ہے اور ان میں جو چیزیں غلط طریقے سے داخل ہوگئی تھیں، ان کی اصلاح کی ہے۔یہ کوئی نیا دین نہیں ہے، بلکہ تمام انسانوں کے پاس ماضی میں جو دین آئے تھے ان کو زندہ کرتا ہے ان کی بنیادی تعلیمات کی تائید کرتا ہے۔ ان کے اندر جمع خس وخاشاک کو صاف کرکے انھیں چشمۂ صافی میں تبدیل کرتا ہے۔

تحریک اسلامی کا پیغام دراصل اپنے رب کی طرف واپس پلٹنے کی دعوت ہے۔یہ تحریک ان مسلمانوں کو بھی مخاطب کرتی ہے، جو اس کو قولاً مانتے ہیں، لیکن عمل میں ناقص ہیں۔یہ دعوت ہندو، سکھ، عیسائی سب کو ایک ہی بات سناتی ہے وہ یہ کہ ''اسلام ان کی گمشدہ دولت ہے۔'' یہ کسی گروہ کی ملکیت نہیں ہے۔اس کو جو کوئی بھی اختیار کرے گا وہ درحقیقت اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کرلے گا۔اس دین کو ماننا دراصل اپنی ہی کھوئی ہوئی سچائی کی روشنی کو بحال کرنا ہے۔

یہ پیغام غیر مسلم برادران وطن کوغور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ سب سے کہتا ہے کہ وہ یہ نہ دیکھیں کہ کون پکار رہا ہے۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ پکارنے والا کس کی طرف پکار رہا ہے؟ خاندانوں اور گروہوں کی محبت یا نفرت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ ہمیں تعصّبات، تحفظات اور مصلحتوں سے خاندانی گروہی تعصبات سے بلند و بالا ہو کر محض دینی مصالح اور تقاضوں کے پیش نظر ہی سوچنا اور غور کرنا چاہیے۔ جس کا جی چاہے اس کو مانے اور اختیار کرے اور جس کا جی چاہے اس کو رد کر دے۔ اس کو اختیار کرنا دراصل اپنے اصل دین کو رسم رواج کے گورکھ دھندے سے بچالینا ہے۔ خواہشوں اور نفس پرستی کی آلائشوں سے پاک کر کے اپنے مالک اور پروردگار کی طرف لوٹنا صرف اسی طرح ممکن ہے۔ اس دین کے بھیجنے والے نے اس بات کا خاص اہتمام کر رکھا ہے کہ یہ دین رہتی دنیا تک اپنی خالص شکل میں موجود رہے تاکہ اس میں نہ کسی طرح کی تبدیلی کی جاسکے اور نہ کوئی جھول اور پیچیدگی پیدا ہو۔ ہر فردِ بشر کے لیے اسے قبول یا اختیار کرنے میں آسانی اور سہولت رہے۔

یہ دین کسی مخصوص ثقافت یا تہذیب کی بالادستی کا علم بردار نہیں ہے اور نہ اس کو اختیار کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ پیدائشی مسلمانوں کی برتری تسلیم کی جائے۔ دین حق کے نزدیک عزت و اکرام مالک کائنات کے تقوے سے حاصل ہوتا ہے۔ نسلی اور پیدائشی مسلمان ہونے سے نہیں۔ اس دین میں بزرگی اور عظمت خدا ترسی سے وابستہ ہے، خاندان، نسل اور رنگ سے نہیں۔

جماعت اسلامی کا یہ پیغام اس بات کی تنبیہ بھی ہے کہ دنیا اور اس کی نعمتیں مالک کائنات کا عطیہ ہیں۔ ان کا صحیح استعمال انسان کو فلاح سے ہمکنار کرتا ہے اور غلط استعمال اس کو خسران تک پہنچاتا ہے۔ مالک کائنات نے انسان کو عقل و تمیز کی صلاحیت بخشی ہے اور اس کی رہ نمائی کے لیے وہ اپنے منتخب بندوں کو بھیجتا رہا ہے تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر سکے۔ اس دنیا کی زندگی میں وہ آزاد ہے کہ وہ جس طرح چاہے ان نعمتوں کا استعمال کرے۔ لیکن زندگی ختم ہونے کے بعد اس سے اس بات کا حساب لیا جائے گا کہ اس نے متاع حیات کہاں اور کس طرح استعمال کی۔ اس محاسبے کے وقت کو اسلام نے

آخرت قرار دیا ہے۔ یہ دین اپنی حقیقت کے اعتبار سے محاسبے کا دین ہے (ACCOUNTABILITY) کا دین ہے۔ جب یہ محاسبہ ہوگا تو اس میں شفافیت (TRANSPARENCY) ایسی ہوگی کہ انسان کے ہاتھ پیر خود گواہی دے اٹھیں گے کہ یہ باز پرس صحیح، درست اور مبنی بر عدل وانصاف ہے۔

مالک کائنات نے اختیار اور ارادے کی آزادی اس لیے عطا کی ہے کہ انسان اپنی مرضی سے ہدایت الٰہی کا پابند بن جائے، اس لیے نہیں کہ وہ خود ہی خدا بن جائے اور دوسروں پر اپنا حکم چلائے اور دنیا کے وسائل کو اپنی مرضی سے اپنے فائدے کے لیے استعمال کرے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہدایت الٰہی کی پابندی انسانیت کی توہین ہے وہ درحقیقت انسان کو ایک چھٹے ہوئے بیل کی سطح پر لانا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا کی وسعتوں میں جہاں چاہے منہ مارے، اپنے پیٹ اور جنس کی بھوک جس طرح چاہے مٹائے تاکہ اس کے نتیجے میں طاقت ور لوگ کم زوروں کو اپنے ظلم کی زنجیر میں جکڑ لیں اور کائنات میں موجود وسائل کی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو۔ جس کا ہاتھ لمبا ہو وہ ان قیمتی وسائل کو اپنے قبضے میں کرلے۔ اس کے برعکس انسان کی رفعت اور اس کی تکریم اس امر میں ہے کہ وہ کائنات کی بنیادی اور ازلی حقیقتوں کا اعتراف کرلے اور اپنے کو خالق نہیں مخلوق اور مالک نہیں بلکہ مملوک کے رتبے پر رکھے۔

تحریک اسلامی کے پیغام کا یہ مختصر بیان ہے۔ اس میں نہ کوئی جھول ہے اور نہ کوئی فلسفیانہ پیچیدگی اور نہ یہ خاندانی یا گروہی (Sectarian) پیغام ہے۔ یہ پیغام تمام باشندگان ملک بلکہ تمام عالم انسانیت کو مخاطب کرتا ہے۔ اس پیغام کو اگر بالادستی حاصل ہوتی ہے تو وہ سب کی مشترکہ میراث (Comman Heritage) ہوگی۔ اس تحریک کی پکار عمومی فلاح کی پکار ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے کسی ایک خاص گروہ کو فائدہ پہنچے گا، وہ بھول جاتے ہیں کہ یہ تحریک تمام انسانوں کو خدا کی مخلوق سمجھتی ہے۔ اس کے نزدیک مرد عورت، کالے اور گورے کمزور اور طاقتور سب برابر ہیں۔ اس کا پیغام تمام انسانوں کو خدا کا کنبہ قرار دیتا ہے اور ان کے ساتھ بھلائی کو بندگی کی شان بتاتا ہے۔ یہ مظلوم کا حامی اور غریبوں کا سہارا ہے۔ اس پیغام کی روشنی میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تحریک اسلامی اس ملک کے سماج میں کس طرح کی تبدیلی لانا چاہتی ہے۔؟

جماعت معیارِ خیر وشر کو بدلنا چاہتی ہے

آج کی دنیا میں ہر وہ چیز اچھی سمجھی جاتی ہے، جس سے لوگوں کی مادّی زندگی کو مزید سہولتیں مل سکیں اور سماج کو قوّت حاصل ہو جائے تا کہ کوئی اس کا ہاتھ نہ مروڑ سکے۔ لہٰذا مادی وسائل اور دولت میں اضافے کی ہر جدو جہد خیر قرار دی گئی اور ہر وہ چیز بری ٹھہری ہے جو ان مقاصد کے حصول میں حارج ہو۔ چنانچہ پوری دنیا کی طرح اس سماج میں بھی معاشی ترقی اعلیٰ ترین خیر بن گئی ہے۔ اس کے ساتھ جسمانی لذات اور آسودگی کے لیے دوڑ لگانا اچھا سمجھا جانے لگا ہے۔ ایک طرف سرمایہ، مشین، بلند و بالا عمارتیں اور ذرائع حمل ونقل میں افزائش کو زندگی کا مقصد بنا دیا گیا ہے۔ دوسری طرف جنسی آزادی اور شہوت پرستی کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔

جماعت اسلامی کے نزدیک صرف اخلاق اور انسان دوستی ہی خیر ہے۔ معاشی ترقی صرف وہی پسندیدہ ہے، جو عام انسانی اخلاقیات اور پاکیزہ انفرادی کردار سے نہ صرف ٹکراتی نہ ہو بلکہ اس کے تابع ہو۔ اس کی آبیاری کرے اور ایک ایسا سماج جنم دے جس میں دیانت اور امانت فروغ پائے۔ جہاں دولت اور قوت دونوں کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے امانت سمجھا جائے اور اس کو اِس طرح استعمال کیا جائے کہ تمام انسانیت اس سے فیض یاب ہو۔ وہ ایسا سماج تعمیر کرنا چاہتی ہے، جہاں دولت اور قوت سے محبت کی جگہ انسانوں سے محبت عام ہو۔ جہاں جسمانی لذات کا حصول اخلاق اور حدود کا پابند ہو اور اس کے برعکس شر ہر اس چیز کا نام ہو جو بددیانتی، نفرت و عناد اور شہوت رانی پر ختم ہوتی ہو۔ دولت اور مادی منفعت کے لیے بے قید جدو جہد، جو انسانی رشتوں کو پامال کرتی ہو اس سماج میں شر سمجھی جاتی ہو۔

جماعت اسلامی عدل ورحمت پر مبنی سماج بنانا چاہتی ہے، ایک ایسا سماج جس میں ہرانسان کواس کے جائز حقوق ملتے ہوں، جہاں پر ذات پات، رنگ ونسل اور عقیدہ ومسلک کی اساس پر دنیوی مسائل کی تقسیم میں امتیاز نہ برتا جاتا ہو۔ جہاں تمام انسان برابر سمجھے جاتے ہوں۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہ دی جاتی ہو۔ اس لیے کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اس کے بندے ہیں اور اس کی فراہم کردہ نعمتیں سب کے لیے عام ہیں۔ لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان نعمتوں کی فیض رسانی سے کسی گروہ کو محروم کردے۔ قوت اور طاقت کا واحد سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جو قوتیں بھی انسان کو ملی ہیں اس کے تابع اور عارضی ہیں۔ جب کہ اُس کی قوت اور اقتدار دائمی اور ازلی ہے۔ اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی قوت اور اقتدار کے نشے میں انسانوں میں کسی کو محروم کردے یا کسی کو اپنے سے فروتر سمجھے۔ یا جنس کی بنیاد پر حقوق میں ناانصافی کرے کہ عورت ضعیف ہے، اس لیے اس کو فروتر سمجھا جائے اور اسے حقوق سے محروم کردیا جائے اور چوں کہ مرد قوی ہے، اس لیے اُسے بالاتری حاصل ہونی چاہیے۔

اس کائنات کے مالک نے اپنے منتخب بندوں کو اپنی ہدایت کی غایت یہی بتائی ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عدل وقسط قائم کریں۔ ظلم وناانصافی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اس لیے وہ یہی چاہتا ہے کہ سماج سے ظلم وناانصافی کا ازالہ ہوجائے۔ موجودہ ہندوستانی سماج میں ہر طرف ظلم وناانصافی کا دور دورہ ہے۔ تحریک اسلامی اس کے خلاف مسلسل آواز بلند کرتی رہی ہے۔ ظلم، ظلم ہے چاہے، وہ مسلمان کے ساتھ ہو یا ہندو کے یا سکھ، عیسائی یا کسی اور کے ساتھ۔ مظلوم خواہ کسی بھی ذات، نسل یا سطح کا کیوں نہ ہو، اس کی فریاد کی رسائی براہ راست اللہ تعالیٰ تک ہے۔ شقاوت اور بے رحمی کا شکار چاہے مرد ہو یا عورت، سب دادرسی کے یکساں مستحق ہیں۔

جماعت اسلامی عدل کی علم بردار ہے، اس کی آواز کمزور سہی لیکن وہ ہمیشہ اٹھتی رہی ہے۔ اور مستقبل میں بھی ان شاء اللہ اٹھتی رہے گی۔ تحریک اسلامی عدل وانصاف کے ساتھ رحمت ورافت اور ہمدردی وبہی خواہی کو بھی فروغ دینا چاہتی ہے۔ وہ ایک ایسا سماج

تعمیر کرنے کی داعی ہے، جہاں محض حق وانصاف کے ترازو کی کارفرمائی نہ ہو، بلکہ وہاں پچھڑوں کو اگلوں کے دوش بدوش لانے ،ضعیفوں اور کمزوروں کا ہاتھ تھامنے، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ شفقت اور محبت کرنے ، بے چاروں کی چارہ گری اور مفلسوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا چلن عام ہو۔ جہاں ایسے اغنیاء بستے ہوں، جو اپنی دولت کو محروم اور فاقہ کشوں پر بے دریغ صرف کرتے ہوں اور جہاں ایسے طاقتور بستے ہوں جو بے بس اور کمزور لوگوں کی خدمت کو باعث فخر سمجھتے ہوں، جہاں محروم اور مفلس افراد کو ان کے حق سے زیادہ دینے کی روش عام ہو۔ یہ اس لیے ہے کہ مالک کائنات صرف عادل ہی نہیں ہے، بلکہ سرتا سر رحمت بھی ہے۔ عدل کی گرفت شدید ہوتی ہے۔ لیکن عفو و درگزر اور مروت و رافت سے سماجی زندگی میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صرف عدل کی تلقین نہیں کی بلکہ احسان کا سبق بھی دیا ہے۔ جو سماج میں محبت کا چراغ جلاتا ہے۔ جس طرح عدل انسانوں کے درمیان امتیاز نہیں کرتا، اسی طرح رحمت بھی سب پر سایہ فگن رہتی ہے رب کریم، انسانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عدل کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اسی طرح وہ اپنی صفت رحمت کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ اس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

تحریک اسلامی ایک ایسے سماج کی داعی ہے، جس کی بنیاد خدا ترسی، ہدایتِ الٰہی اور خوف آخرت پر رکھی گئی ہے۔ یہ تعلیم دنیا کی زندگی کو عارضی قیام کی ساعت قرار دیتی ہے اور آخرت کو ابدی مُستقر۔ یہ تعلیم انسان کے طرز عمل پر خداوند کریم کو نگراں قرار دیتی ہے، ہر جدو جہد کا احتساب لازم بتاتی ہے۔ یہ ظلم اور بددیانتی کو موجب سزا قرار دیتی ہے، حق تلفی پر سرزنش واجب بتاتی ہے۔

جماعت اسلامی ایسے سماج کی تشکیل چاہتی ہے۔ جہاں افراد سماج کے تئیں اپنی ذمے داری سے بہرہ ور ہوں۔ یہ ایسے افراد بنانا چاہتی ہے، جو اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے تئیں ذمے داری نبھاتے ہوں۔ دنیا کی نعمتوں اور وسائل کو ذمے دارانہ انداز سے تصرف میں لاتے ہوں، وہ موجودہ نسل کے حقوق کا بھی لحاظ کرتے ہوں اور آئندہ نسلوں کے حقوق کا بھی۔ اس دنیا کو لوٹ کھسوٹ کی رزم گاہ نہ سمجھتے ہوں، بلکہ اس کے باضابطہ اور

صحیح استعمال کو اپنی ذمے داری سمجھتے ہوں۔ یہ تحریک ایسے افراد تیار کرنا چاہتی ہے، جو اپنے نفس کو شترِ بے مہار کی طرح نہ چھوڑتے ہوں بلکہ یہ سمجھ کر زندگی گزارتے ہوں کہ اس دنیا کی زندگی اور اس کے تصرفات کے لیے انسان علیم وخبیر پروردگار کے سامنے جواب دہ (Accountable) ہے اس لیے کہ یہ احساس جواب دہی ہی انسان کو ذمے دار بناتا ہے۔

خدا سے بے نیاز سماج میں جواب دہی صرف قانون کے سامنے ہوتی ہے۔ جس کی رسائی محدود ہوتی ہے اور جس کا علم ناقص۔ اس لیے انسان اس سے بہت کچھ چھپا بھی سکتا ہے اور اس کے سامنے پارسائی کا جبہ بھی زیب تن کر سکتا ہے۔ لیکن آخرت کی جواب دہی اس خدا کے سامنے ہوگی، جو علانیہ اور خفیہ دونوں سے واقف ہے اور ظاہر و باطن سے باخبر۔ اس کی گرفت کے سامنے سارے حیلے کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔

جماعت اسلامی ایک ایسے سماج کی تشکیل اور تعمیر کی داعی ہے، جہاں فکر و نظر کی آزادی سے کوئی فرد یا گروہ محروم نہ ہو اور جہاں کسی عقیدے یا مسلک کو اختیار کرنے پر کوئی پابندی نہ ہو۔ اس آزادی کا عملی نفاذ اسی وقت ممکن ہے، جب کہ ہر نقطۂ نظر یا مسلک کا احترام کیا جاتا ہو بہ شرطے کہ وہ نقطۂ نظر یا مسلک انسانی زندگی کے بنیادی اقدار کو مجروح نہ کرتا ہو۔

انسانی حریت کا یہی احترام ہے، جس کے تحفظ اور جس کی نشو و نما کے لیے اسلام جدید اصطلاح کی زبان میں جمہوریت کا علم بردار ہے اور جس پر اس کی تاریخ شاہد ہے۔ چنانچہ تحریک اسلامی ایسی سیاسی حیثیت کی عمل بردار ہے، جس میں عام انسان شریک اقتدار ہوں اور اپنے فیصلے خود کرتے ہوں۔ وہ جبریت، فاشزم اور ڈکٹیٹر شپ کی مخالف رہی ہے۔ اور مستقبل میں بھی رہے گی۔ اسلام نے اپنے ابتدائی دور میں بھی جب کہ دوسری مملکتوں اور ریاستوں کو اس طرز حکمرانی کا شعور بھی نہ تھا، خلافت کا طریقہ رائج کیا، انتخاب کا طرز اختیار کیا اور حکمرانوں میں اس امر کا شعور بیدار کیا کہ وہ عوام کے نمایندے اور نائب ہونے کی وجہ سے عند الناس بھی جواب دہ ہیں اور عند اللہ بھی۔ تحریک اسلامی اس ملک میں بھی اسی طرح کا سماج اور اسی انداز کی ریاست کے قیام اور اسی حریت فکر کے تحفظ کی دعوت دیتی ہے۔

اس آزادی کا حصول اس امر پر مبنی ہے کہ ہر فرد کی جان و مال اور آبرو محترم ہو۔

نفس انسانی مالک کائنات کی عطا کردہ نعمتوں میں سب سے قیمتی نعمت ہے۔ اس لیے اس کا احترام واجب ہے۔ قتل اور غارت گری اس نعمت کے لیے سم قاتل ہیں۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کی متاع حیات چھین لے۔ بجز اس صورت کے کہ جس میں کسی فرد کا وجود اس نعمت کے لیے ضرر رساں ہو اور حق وصداقت کو غیر معمولی ضرر پہنچتا ہو۔

مندرجہ بالا تمام امور سے اہم تر اس تحریک کا پیغام تمام باشندگان ملک کے لیے ہے کہ وہ ایسا سماج قائم کریں، جس میں ان کے خالق و مالک کی بات سب سے اونچی ہو۔ اس کی ہدایات کے مطابق زندگی کی تعمیر اور تشکیل کی جائے۔ حکم اگر چلے تو صرف رب کائنات کا۔ راستے اگر اختیار کیے جائیں تو اسی کی ہدایات کی روشنی میں اور نقشہ کار اگر بنایا جائے تو اس کی عطا کردہ تعلیمات کی روشنی میں۔

یہی حقیقی شکر گزاری کا تقاضا ہے۔ رب کائنات کی عنایتوں کا شکر صرف زبانی پوجا پاٹ سے نہیں ادا کیا جاسکتا، بلکہ عمل سے اس کا اظہار لازمی ہے۔

خدائی ہدایت کا انکار کرنے والے لوگ اپنی زندگی کی راہ بنانے کے لیے عقل اور تجربے کو اپنا رہ نما بناتے ہیں اور اس سے ہر مشکل کا حل مانگتے ہیں اور ہر بیماری کا علاج۔ مگر انسانی عقل اور تجربے نہ عدل ورحمت کا صحیح تعین کر سکتے ہیں اور نہ انسانی روابط کو صحت منداور مخلصانہ بنیادوں پر قائم کر سکتے ہیں۔ وہ انسان کی جدوجہد کے مقاصد کا تعین بھی نہیں کر سکتے۔ عقل ناکام اس لیے ہے کہ اس پر خواہشوں اور نفرت ومحبت کے جذبات حاوی رہتے ہیں، وہ متوازن طرز عمل کی طرف رہ نمائی کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ جیسا کہ سرمایہ دارانہ سماج میں ہوتا ہے، جہاں سرمایہ داروں کی بہتری پیش نظر رہتی ہے اور مزدوروں کا مفاد اس کے تابع قرار دینے کے لیے پیچیدہ نظریات اور فلسفیانہ اور پرشکوہ دلائل سے کام لیا جاتا ہے۔ یا جیسا کہ اشتراکی سماج میں رہا۔ جہاں مزدوروں کو ایسی بالادستی سپرد کی گئی کہ سرمایہ داروں اور اغنیاء کے بنیادی حقوق بھی پامال ہوگئے، مجرد عقل انسانی ایک انتہا سے دوسری انتہا تک لے جانے کا نام ہے۔ اس کے مہلک اثرات کا مشاہدہ دھارمک نقاط نظر میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف تو وہ طرز فکر ہے، جس میں فرد کو دھرم کے چودھریوں کا

محتاج بنادیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ نقطۂ نظر ہے، جس میں انسان کو صرف اپنے ضمیر کی رہ نمائی میں زندگی گزارنے کا سبق دیا جاتا ہے۔

انسانی عقل کی خودمختاری کا ایک اور تجربہ دنیا نے فرد اور سماج کے باہمی تعلق کے میدان میں کرلیا ہے اور آج بھی کررہی ہے۔ بعض نے سماج اور اس کے مزعومہ مفادات کے تحفظ کے لیے فرد کو محض ایک پرزہ قرار دے دیا ہے اور بعض نے اس کے بالکل برعکس فرد کے مفادات کا تحفظ انسانی جدوجہد کا اول و آخر قرار دے دیا۔ الغرض ان دونوں انتہاؤں کے درمیان انسان تھپیڑے کھاتا رہا ہے۔

جماعت اسلامی ایسے ہی سماج کی داعی ہے، جہاں عقل و خرد کو رب کائنات کی رہ نمائی کے تابع کردیا جائے، جہاں خدا سے سرکشی اور بے نیازی کی جگہ اس کی اطاعت کا بول بالا ہو۔

آج دنیا میں دانش وروں کی ایک بڑی تعداد رب کائنات کی ہدایات کے اتباع کو انسانیت کی تذلیل قرار دینے پر مصر ہے۔ وہ ایسی زندگی کو قید و بند کی زندگی قرار دیتی ہے۔ حالاں کہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ انسان خدا سے آزاد ہوکر اپنی یا دوسروں کی خواہشوں کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ خدائی ہدایت کا منکر ہوکر انسانوں کی اطاعت کا قلادہ گردن میں ڈال لیتا ہے۔ کبھی سرمایہ داروں کا غلام بن جاتا ہے۔ کبھی طاقتوروں کا، کبھی چالاک سیاسی رہنماؤں کا اور کبھی شاطر دھارمک رہ نماؤں کا۔ غلامی سے اس کو کبھی مفر نہیں رہا ہے، اور آج بھی مفر نہیں ہے۔ ماضی میں وہ دھرم کے ٹھیکیداروں اور خودساختہ حدود اور قیود کی جکڑ بندیوں کا شکار رہا ہے اور آج دولت، مادی اغراض اور شہوانی خواہشوں کا غلام ہے۔ اس طرح اس نے ہزاروں خدا اور لاکھوں جکڑ بندیوں کو ایجاد کرلیا ہے۔ اس کے برخلاف مالک کائنات کی اطاعت اس کو تمام اطاعتوں سے نجات دلاتی ہے، سچی آزادی سے ہم کنار کرتی ہے اور حقیقی عزت نفس سے بہرہ ور کرتی ہے۔

اگر غیر جانبداری سے دین اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ بنیادی قدروں اور اصولی احکام دینے کے بعد سماجی زندگی کو تنگ نائیوں میں قید کرنے کی بجائے ایسی کشادگی عطا کرتا ہے، جو بحر ناپیدا کنار ہے۔ اس میں ہر ذوق کی تشفی کا سامان ہے۔